ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

ساجد صدیق نظامی ❁

قیوم نظر کی نظم نگاری

(زمانی تغیر کے ساتھ بدلتے موضوعات)

Poems of Qayyum Nazar (Chronological transformation of themes)

By *Sajid Siddique Nizami, Asst. Prof., Institute of Urdu Language & Literature, Punjab University, Lahore.*

Abstracts

In this article, Qayyum Nazar's poems have been reviewed chronically. Nazar, an active member of Halqa e Arbab e Zauq, was a known literary figure during the second half of last century. His contribution to modern poetry is immense. We find diversity of thought and style in his poetry. Alongside his routine literary works, he also composed patriotic songs and childern's rhymes. In third and fourth decades of last century, although free verse was becoming popular, Qayyum Nazar continued to compose poems in classical style with many varieties. The article concludes that Nazar's poetry accepted the influence of changing social and political milieu. He presented inner self of an individual, but he did not compromise on aesthetics of poetry.

Keywords: Qayyum Nazar, Urdu poetry, Modern Urdu poem, Halqa-e-Arbab-e-Zouq

❁ اسسٹنٹ پروفیسر، ادارۂ زبان و ادبیاتِ اردو، پنجاب یونی وسٹی، لاہور

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

قیوم نظر (۷/مارچ ۱۹۱۴ء۔ ۲۳/جون ۱۹۸۹ء) بیسویں صدی کے چوتھے دَہے میں نمایاں اور معروف شاعر بن کے ابھرے۔ ان کے شعری مجموعوں میں 'قندیل' (۱۹۴۵ء)، 'پَون جھکولے' (گیت، ۱۹۴۶ء)، 'سویدا' (۱۹۵۴ء)، 'زندہ ہے لاہور' (۱۹۶۶ء)، 'نعتِ مصطفیٰ' (۱۹۷۸ء) شامل ہیں۔ بچوں کے لیے منظومات 'بلبلے' اور 'گلگلے' کے نام سے متعدد مرتبہ شائع ہوتی رہی ہیں۔ ۱۹۸۷ء میں کلیات 'قلب و نظر کے سلسلے' کے نام سے شائع ہوا جس میں زمانی اعتبار سے کلام کو ترتیب دی گئی ہے۔ حلقہ اربابِ ذوق کے بیشتر نمایاں شاعروں کی طرح قیوم نظر کی بھی اصل شناخت نظم نگاری ہے۔ اگرچہ انھوں نے گیت، غزلیں، نعتیں، پنجابی نظمیں، غزلیں اور بچوں کے لیے نظمیں بھی تحریر کی ہیں۔

زمانی اعتبار سے قیوم نظر کی نظم نگاری کا جائزہ لینے سے قبل اس دور کے حالات کا مختصر تذکرہ کرنا ضروری ہے، جس میں قیوم نظر نے شاعری شروع کی۔ بیسویں صدی کے آغاز میں سیاسی طور پہ برصغیر کی حالت یہ تھی کہ انگریزی اقتدار کلّی طور پہ قائم تھا۔ سیاسی تنظیمیں اگرچہ وجود میں آچکی تھیں لیکن آزادی کے لیے عملی جدوجہد ابھی شروع نہیں ہوئی تھی۔ مختلف طبقات میں آزادی کے حصول کا شعور ضرور پیدا ہو رہا تھا۔ ۱۹۱۴ء میں پہلی جنگِ عظیم کا آغاز ہوا۔ چار سال جاری رہنے والی اس جنگ کا براہِ راست میدان تو برصغیر نہیں تھا مگر برطانوی نوآبادی ہونے کے تعلق سے جنگ کے منفی اثرات ہندوستان کی سیاسی، سماجی، معاشرتی و معاشی حالت پہ ضرور مرتب ہوئے۔ جنگ کے بعد تیسری اور چوتھی دہائی کے معاشی حالات نہایت تکلیف دہ تھے۔ تعلیم یافتہ نوجوان ملازمتوں کی تلاش میں سرگرداں تھے مگر انھیں نوکری نہیں ملتی تھی۔

حالات کے جبر کے تحت راجندر سنگھ بیدی (۱۹۱۵ء- ۱۹۸۴ء) انٹر میڈیٹ کر کے لاہور میں ڈاک خانے میں معمولی ملازم تھے،[۱] ن م راشد (۱۹۱۰ء- ۱۹۷۵ء) ایم اے اقتصادیات کے بعد ملتان کمشنری میں کلرک تھے،[۲] احمد ندیم قاسمی (۱۹۱۶ء- ۲۰۰۶ء) بی اے کرنے کے بعد ریفارمز کمشنر، لاہور کے دفتر میں محرر تھے،[۳] کرشن چندر (۱۹۱۴ء- ۱۹۷۷ء) بے روزگار تھے۔[۴] خود قیوم نظر اکاؤنٹس جنرل آفس، لاہور میں کلرک ہو گئے تھے۔ دوسری طرف ہندوستان کے سیاسی حالات میں کئی ایک عوامل کے باعث رفتہ رفتہ بے چینی جنم لے رہی تھی۔ لوگوں میں غلامی سے نفرت تو موجود تھی مگر اس کے براہِ راست اظہار کا کوئی ذریعہ ان کے پاس نہ تھا۔ آزادی کا مطالبہ متشدد بنیادوں پہ زور پکڑتا جا رہا تھا۔ برطانیہ ہندوستان آزاد کرنے پہ مطلق آمادہ نہ تھا۔ یورپ پر پھر ایک اور جنگِ عظیم کے سائے منڈلا رہے تھے اور یہ امر لابُدی تھا کہ اس ہولناک لڑائی کے اثرات ہندوستان پہ لازمی پڑیں گے۔

قیوم نظر کی نظم نگاری کا آغاز انھی عجیب و غریب سیاسی و معاشی حالات کے نقطہ عروج یعنی ۱۹۳۰ء کے عشرے

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

کے وسط کے بعد سے ہوتا ہے۔ ۱۹۳۸ء سے لے کر ۱۹۵۰ء کے آس پاس کا تک کا زمانہ اُن کی نظم نگاری کے عروج کا دور ہے۔ یہی دور ہے جس نے قیوم نظر کا شعری اسلوب تشکیل دیا۔ اُن کے ہاں ابتدا سے ہی دروں بینی، باطنی کیفیات کی تصویر کشی، خارج کے اثرات سے ذات کی داخلی کشمکش میں اضافہ، جبریت کا قائل ہونا، جیسے موضوعات نظر آتے ہیں۔ مایوسی کا اظہار بھی ان کی ابتدائی نظموں میں ظاہر ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ابہام اور علامتی طرزِ اظہار سے شیفتگی بھی ان کے ہاں شروع ہی سے نظر آتی ہے۔

قیوم نظر نے جب شاعری شروع کی تو وہ زمانہ ترقی پسند تحریک کے پُر شور آغاز کا زمانہ تھا۔ ہر طرف وقتی ہنگامی حالات سے متاثر ہو کر شعر کہنے کی حوصلہ افزائی کی جاتی تھی۔ باطن کے تجربات کا شعری اظہار قدرِ بے مایہ کا درجہ اختیار کر رہا تھا۔ ایسے دور میں قیوم نظر نے اپنے پہلے مجموعے 'قندیل' کے پیش لفظ میں لکھا:

> میں اپنے گرد پیش سے بہت متاثر ہوتا ہوں اور بنی آدم کی بیشتر بوا لہ عجبیاں یا قدرت کے اکثر مظاہر مجھے اپنی دنیا میں گم کر کے مجھ پر داخلی طور پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ گو اس سلسلے میں ہر گوشہ کی عکاسی میرے بس کا روگ نہیں۔ چناں چہ ہو سکتا ہے کہ ان نظموں میں ملکی جھگڑے، سیاسی نظریے، سماجی الجھنیں، اقتصادی مسائل اور وقت کے اور بیسیوں جھمیلوں کے تار و پود بکھرتے ہوئے بظاہر نظر نہ آئیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہ ہو گا کہ میں دنیاے رنگ و بُو میں کھو کر زندگی کی دوڑ میں ان باتوں سے بے خبر رہا ہوں۔ (۵)

اسی دور میں ترقی پسند تحریک کے پہلو بہ پہلو حلقۂ اربابِ ذوق ایک ایسا ادارہ بن رہا تھا جہاں اردو کے شاعروں کو مَن پسند موضوعات کو مَن پسند انداز میں بیان کرنے کی آزادی مل رہی تھی۔ اسی حوالے سے ڈاکٹر طارق ہاشمی لکھتے ہیں:

> حلقۂ اربابِ ذوق نے ادیبوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم مہیا کیا جہاں اجتماع سے زیادہ فرد کے مسائل نے اہمیت اختیار کی اور ادب کے بارے میں افادی زاویۂ نظر کے بجائے جمالیاتی نقطۂ نظر فائق قرار پایا... حلقۂ اربابِ ذوق سے وابستہ اہلِ قلم نے ہندوستان کے سماجی حالات سے کوئی رُو گردانی تو نہ کی لیکن ادب کے تخلیقی عمل کے بارے میں ترقی پسندوں سے مختلف اندازِ نظر اختیار کرتے ہوئے ان رجحانات کے فروغ میں بھی اپنا کردار ادا کیا جو عالمی سطح پر ادب کی جمالیاتی قدروں کے علم بردار تھے... حلقہ سے وابستہ

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

> شعرا نے اپنے احساس کی عکاسی کے لیے جس اسلوب بیان پر زور دیا، اس پر موضوع کی اہمیت کے ساتھ ساتھ مواد کی پیشکش کے قرینوں اور ہیئت کی جمالیاتی حدود کا لحاظ ایک ترجیح کی حیثیت رکھتا تھا۔ ان شعرا کی فکری انفرادیت میں یہ پہلو بھی قابلِ ذکر ہے کہ ان تخلیق کاروں میں اجتماع کی رو سے فرد کے مسائل کو سمجھنے کے بجائے فرد کے داخلی احساسات کی روشنی میں اس کے کرب کی تفہیم حاصل کرنے کی کوشش کی۔ ان کے نزدیک فرد کی آزادی ایک بڑا فکری مسئلہ تھا لیکن یہ کسی فکری منصوبہ بندی کے تحت کسی مستقبل کے خواب نہیں دیکھ رہے تھے بلکہ فرد کی عصری صورتِ حال کی عکاسی کے ذریعے اس کے دکھ کا اظہار کر رہے تھے۔(۶)

قیوم نظر بھی حلقے کے متحرک اراکین میں شامل تھے اور انھی افکار کے نقیب تھے جن کا ذکر اوپر کے اقتباس میں کیا گیا ہے۔ لہٰذا اپنے اندرون کے اس سفر میں قیوم نظر کی ابتدائی دور کی نظموں میں شکوے اور ناکامیوں کے تذکرے جگہ جگہ نظر آتے ہیں۔ شکوہ حالات سے بھی ہے اور قدرت سے بھی۔ محبت میں ناکامی کی کہانی بھی ہے اور عمومی سماجی و معاشی حالات سے ہار جانے والے فرد کی داستان بھی ہے۔ ساتھ ساتھ ان عوامل سے پیدا ہونے والی مایوسی کا اظہار بھی ہے۔

'ساون'، 'کلرک کا نغمہ'، 'کوئل سے' اور 'تقاضاے وقت' ایسی ہی نظمیں ہیں۔ انھی نظموں میں 'سالِ گزراں' ہے۔ اس نظم میں ختم ہوتے سال کی آخری رات پہ چھائی ہوئی یاسیت اور بے بسی کی فضا کو شاعر محسوس کرتا ہے۔ اسے لگتا ہے کہ شاید سال کی آخری رات کے ساتھ ساتھ یہ میری زندگی کی بھی آخری رات ہے۔ نظم یہاں سے شروع ہوتی ہے:

آخری رات آگئی آخر
ہر طرف یاس چھا گئی آخر
زندگی مجھ کو کھا گئی آخر

کس قدر شاق یہ جدائی ہے
عمرِ رفتہ تری دہائی ہے

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

ہو چکیں ختم ساری تدبیریں
کٹ گئیں زندگی کی زنجیریں
مٹ رہی ہیں جو میری تصویریں
پھر مجھے ان کو دیکھ لینے دو
آخری بار داد دینے دو(۷)

پھر شاعر کو ماضی میں گزارے خوب صورت دن یاد آتے ہیں۔ وہ ان بہجت افزا دنوں کا تذکرہ کرتے کرتے پھر مایوسی کے بھنور میں پھنس جاتا ہے:

دیکھتے دیکھتے شباب گیا
میری آنکھوں سے لطفِ خواب گیا
آ رہا تھا جو انقلاب گیا
اب کہاں تھیں بہار کی باتیں
سامنے تھیں پہاڑ سی راتیں

نظم کا اختتام اس بند پہ ہوتا ہے:

میں کہ آیا تھا مسکرانے کو
باغِ دنیا میں چہچہانے کو
جا رہا ہوں کبھی نہ آنے کو
آخری لو سلام ہے میرا
اب عدم میں قیام ہے میرا(۸)

اس نظم کے ان چند اقتباسات سے شاعر کی قنوطیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ 'سالِ گزراں' سے پہلے کی نظمیں بھی اگرچہ قنوطیت کی غماز ہیں مگر یاسیت کی اتنی شدت نہیں کہ شاعر موت کی طرف بڑھ رہا ہو۔ 'سالِ گزراں' اور اس سے

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

پہلے کی چند نظمیں ۳۹۔۱۹۳۸ء کی لکھی ہوئی ہیں۔ اس وقت قیوم نظر کی عمر بمشکل چوبیس پچیس برس تھی، ۲۵ر برس کے نوجوان کے ہاں مایوسی، قنوطیت اور جبریت کے ایسے رویے اپنی جگہ خاصے حیرت انگیز ہیں۔ ڈاکٹر وزیر آغا اس دور کی نظموں کے حوالے سے اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> ان نظموں میں افسردہ دلی اور غم کی ایک برقی رَو دوڑتی چلی گئی ہے جو اس بات پر دال ہے کہ شاعر اپنے ماحول اور زندگی سے احساسی اور جذباتی طور پر منسلک ہے اور اس نے زمانے کے وار کو اپنے دل کی ڈھال پر روکا ہے۔ زمانے، ماحول اور زندگی کے ان چرکوں میں کچھ ایسے ہیں جن کا تعلق شاعر کی شخصی زندگی سے ہے اور کچھ ایسے ہیں جو وقت کی ناسازگاری کی پیداوار ہیں لیکن جنھیں شاعر کی حساس طبیعت اور نازک طبع نے آنِ واحد میں محسوس کر لیا ہے۔(۹)

اسی طرح 'کلرک' کا نغمہ بھی کلرک کی زندگی کے معمولات اور ان کی لایعنیت پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ قیوم نظر اس دور میں خود بھی اے جی آفس میں کلرک تھے، اس پہلو سے یہ ان کا خود دیکھا بھالا موضوع ہے۔ یوں بھی اس نظم میں کلرک ہر اس شخص کی علامت بن گیا ہے جو بے بسی کے عالم میں ایک لگی بندھی زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ نظم کا اختتام ان دو بندوں پہ ہوتا ہے:

ہو صبح کی شام اور رات کا دن
یہ چکر کیا ہے قدرت کا
صدیوں کے کہنہ نظام میں یوں
کچھ دخل نہیں ہے ندرت کا

لوہے کی مشینوں کی صورت
انسان بھلا کیوں کام کرے
گھِس پِس کر جبر کی چکّی میں
کیوں صبحِ زیست کی شام کرے(۱۰)

ایک اور نظم 'خلشِ تاثر' بھی 'سالِ گزراں' جیسے ہی تاثرات لیے ہوئے ہے۔ اس نظم کے دوسرے، چوتھے، چھٹے

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

اور آٹھویں بند کا اختتام ایک ہی مصرعے پر ہوا ہے: 'یہ شام، یہ گہری شام، یہ ہر لحظہ بڑھتی ہوئی تاریکی۔' اور شاعر اس تاریکی کی آغوش میں جانے کا خواہش مند ہے تاکہ اپنے غموں سے نجات پا سکے۔ یہ مصرعے دیکھیے:

کیوں میں نے ڈالا ہے اپنے ہی جی کو آپ ہلاکت میں
کیوں ہو ہی نہیں جاتا میں خود پیوستہ جہانِ قدرت میں
کیوں لے ہی نہیں لیتی مجھ کو اپنے آغوش کی وسعت میں
یہ شام، یہ گہری شام، یہ ہر لحظہ بڑھتی ہوئی تاریکی(۱۱)

اس دور کی بیشتر نظموں کا اختتام اسی طرح کی مایوسی اور پُر درد کیفیات پر ہوتا ہے۔ اسی لیے شاعر موت کو ہی اپنے غموں کا مداوا سمجھتے ہوئے اسے قبول کرنے پہ تیار ہے۔ 'عشقِ گریزاں'، 'تھکن' اور 'برسات کی رات' میں ایسی کیفیات کا ہی اظہار ہے۔ 'عشق گریزاں' میں زندگی کے جبر اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی یاسیت کا اظہار بہت نمایاں ہے۔ جب وہ کہتے ہیں:

زہرِ زیست پینا ہے
آدمی کو جینا ہے
عمر پر نہ جا اس کی

نظم کا اختتام یوں ہوتا ہے:

دیکھ رات جاتی ہے
اٹھ ابھی لپک کر آ
بن سنور چمک کر آ
صبح ہونے سے پہلے
موت ہی سے دل بہلے
شمع جھلملاتی ہے
دیکھ رات جاتی ہے(۱۲)

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

شاعر کو خطرہ ہے کہ کہیں پھر دن نہ ہو جائے اور زندگی کا ایک دن اور نہ جینا پڑے۔ اسی لیے وہ اسی رات میں ہی درد سے نجات حاصل کر لینا چاہتا ہے۔ اسی طرح 'برسات کی رات' اور 'تھکن' میں بھی انھی کیفیات کا اظہار ہے اور ان نظموں میں رات کی علامت مشترک ہے۔

نیز یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہ تینوں نظمیں مارچ ۱۹۴۱ء کی تخلیق ہیں۔ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس دور میں شاعر کا باطن کیسی پُر شور کیفیات کی آماج گاہ بنا ہو گا۔ اس دور کی ایسی نظموں کے بارے میں ریاض احمد کی رائے ہے کہ "قیوم نظر نے زندگی کے لیے بالعموم کوئی نہ کوئی تاریکی کا استعارہ استعمال کیا ہے۔"(۱۳)

قیوم نظر کی اس دور کی نظموں میں برف، سیاہ پتھر، خزاں، بادِ خزاں، درختوں کے جھڑے پتے، خستہ ساماں چاندنی، جیسی علامتیں باطنی کیفیات کے اظہار کے لیے استعمال کی گئیں ہیں۔ بہار، جو مسرت، نوامیدی اور نمو کا پیام لے کر آتی ہے، شاعر کی مایوسی اور افسردگی کے حصار میں آ کر خزاں سے بھی بدتر ہو گئی ہے۔ نظم 'زندگی' میں شاعر نے بہار کو طنز کا نشانہ بنایا ہے اور پوچھا ہے کہ:

اداس چاند کے دامن میں روشنی بھی نہیں
فسردگی ہی جھلکتی ہے چشمِ انجم سے
بہار آئی تھی کس شام کے تبسم سے(۱۴)

اسی طرح نظم 'ہم لوگ' میں شاعر کا خیال ہے کہ خزاں تو یوں ہی بدنام ہے، یہاں تو ایسی ایسی بہاریں آتی ہیں جن کی رعنائیاں رگ رگ سے ذوقِ نمو تک نکال کر لے گئی ہیں۔

بہار ایسی اک آئی کہ جس کی رعنائی
نکال لے گئی رگ رگ سے اس کی ذوقِ نمو
ابلتی تازگی، رہ رہ کے پھیلتی خوشبو
خزاں کا نام تو بدنام ہے زمانے میں(۱۵)

ان نظموں کے شاعر قیوم نظر کو دیکھیں اور ان کے قریبی احباب کے ان پہ لکھے گئے خاکوں، مضامین اور تاثرات کو دیکھیں تو دونوں میں زمین آسمان کا فرق نظر آتا ہے۔ حلقہ احباب میں اور روزمرہ کے معمولات میں قیوم

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

نظر کی زندہ دل اور قہقہہ بار شخصیت کا ذکر بار بار کیا گیا ہے۔ ان کے شاگرد اور بعد ازاں رفیقِ کار صابر لودھی نے قیوم نظر کے خاکے میں اس گتھی کو یوں سلجھایا ہے:

> قیوم نظر کے قہقہے کو ان کی شاعری سے زیادہ شہرت ملی۔ ان کی اداسی کو کسی نے محسوس نہیں کیا۔ عبدالقیوم بٹ کرکٹ کھیلتا اور قہقہے لگاتا رہتا۔ ان کا ہم زاد قیوم نظر غم کی کسک محسوس کرتا اور شعر کہتا رہا۔ قیوم نظر کا اسلوبِ زندگی یہی تھا۔ (۱۶)

یہی وجہ ہے کہ ان نظموں میں ان کی شخصیت کا اور ہی پہلو نظر آتا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ قیوم نظر کا یہ ظاہری روپ ان کے باطنی روپ کی پردہ داری کا کام کر رہا ہے۔ قیوم نظر کے ہاں دروں بینی کے اسی رجحان کے متعلق ڈاکٹر وزیر آغا لکھتے ہیں:

> جدید اردو نظم میں ایک طویل تعمیری رجحان کا ردِ عمل کچھ اس طرح نمودار ہوا ہے کہ ہمارے بیشتر نظم گو شعرا سیاحتِ قلب کی طرف مائل ہو گئے ہیں اور ان کی نظموں میں غم، کسک اور فسردہ دلی کی وہ کیفیات نمایاں طور پر ابھر آئی ہیں جو دروں بینی کے عمل کی رہینِ منت ہوتی ہیں اور جو جدید دور سے قبل کی نظم میں ایک بڑی حد تک مفقود تھیں۔ اردو نظم میں اس افسردہ دلی اور کسک کی ایک نمایاں مثال قیوم نظر کی شاعری ہے۔ (۱۷)

قیوم نظر کی نظموں میں چھائی ہوئی مایوسی، قنوطیت، افسردگی، موت کا انتظار جیسی کیفیات کو اس دور کے سیاسی تناظر میں رکھ کے دیکھیں تو اس امکان کی طرف بھی دھیان جاتا ہے کہ غلامی کا کرب اور آزادی سے محرومی کا درد بھی ان کیفیات کا محرک ہے۔ ۱۹۴۷ء سے پہلے کی زندگی میں جبر و استبداد اور غلامی کے احساس کی شدت کے باعث دکھ اور اذیت کے سائے دراز تھے۔ چوں کہ حلقہ ارباب ذوق کے شاعروں کے ہاں زیادہ تر ابہام پسندی اور علامتی طرزِ اظہار جیسے وسائلِ شعری سے کام لیا جاتا تھا لہٰذا ان شاعروں نے کھل کر اس دور کی سیاسی صورتِ حال پہ تبصرہ نہیں کیا۔

اس تناظر میں دیکھیں تو قیوم نظر کی نظموں میں ۴۷ء کے آس پاس سے ایک نیا آہنگ ملنا شروع ہوتا ہے۔ ان کی نظموں میں اب خوش امیدی، مسرت، زندگی کو جینے کا حوصلہ نظر آنا شروع ہو جاتا ہے۔ شاعر کا اندازِ نظر بدلتا محسوس ہوتا ہے۔ وہی زندگی جو برف زاروں، تاریک مناظر، اداس اور خاموش لمحات کی صورت شاعر کو محسوس ہوتی تھی، اب شاعر کے لیے رنگ، روشنی اور مسرت کی علامت بنتی نظر آتی ہے۔ یہ نیا طرزِ فکر ہے جو آہستہ روی کے ساتھ قیوم نظر کی نظموں میں جنم لیتا ہے۔ مثلاً 'بہار' اور 'تغیر' میں اس طرزِ فکر کے نمایاں نقوش نظر آتے ہیں۔ 'بہار' کا آغاز

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

یوں ہوتا ہے:

تمام عمر جس سے میں جھجکتا بھاگتا رہا
وہی نگارِ روز و شب— جمال آفریں سحر
نئی ادا سے آج پھر چمن میں جلوہ گر ہوئی
ہر ایک برگ و شاخ سے جھلک رہی ہے تازگی
شعاعِ مہر سے لپٹ کے کتنے دانے اَوس کے
بنے ہوئے ہیں پارہ ہاے برقِ آتشیں نَفَس

اسی نظم کا آخری بند یوں ہے:

وہ مجھ سے کہہ رہی ہے دیکھ بے خودی کے ساز پر
ہوا کی سلوٹوں پہ کس طرح سے موجِ زندگی
مچل رہی ہے، گا رہی ہے، ناچتی ہے اور— اور
وہ مجھ سے کہہ رہی ہے دیکھ وقت پھر گزر نہ جائے(۱۸)

'تغیر' بھی ایسی ہی نظم ہے جس میں مسرت ہے، خوشی ہے، نمو آفرینی ہے، بہار رقص کرتی ہے:

شگوفے کِھل رہے ہیں پھول اپنے جامِ زرّیں میں
لیے آتے ہیں رنگ و بُو کے ہنگاموں کی دنیا کو
جوانی آ گئی ہے پھر تمنّاؤں کی محفل میں(۱۹)

نظم 'آخرِ کار' میں شاعر کے لہجے میں تیقن ہے اور اس کو اعتماد ہے کہ ایک دن ایسا آئے گا؛ اور وہ دن دور نہیں، جب اس کی زندگی سے مایوسیاں اور ناامیدیاں ختم ہو جائیں گی اور وہ امیدیں جو سمٹی ہوئی کسی گوشۂ نہاں میں پڑی ہیں، پھر سے جواں ہوں گی۔ اس میں مشکلات کا مقابلہ کرنے کی ہمت پیدا ہو گی۔ نظم کا آغاز یوں ہوا ہے:

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

ایک دن— اور وہ دن دور نہیں
ایک دن آئے گا جب آخرِ کار

آگے چل کے شاعر کہتا ہے:

ہر طرف ناچتی خوشیوں کو لیے
سنگ زاروں سے گزرتے جھرنے
دھان کے کھیتوں میں بہتے نغمے
سرسراتی ہوئی چیلوں کی صدا
دیوداروں کے جھکے پتوں کو
رقص میں لاتی ہوئی تند ہوا
اور یخ بستہ ڈھلانوں کا سکوں
میری ہستی سے گزر جائے گا(۲۰)

سیاسی تاریخ کے حوالے سے یہ وہ دور ہے جب برّصغیر میں آزادی کے لیے جدوجہد بہت توانا ہو چکی تھی۔ پاکستان اور ہندوستان کی باتیں ہو رہی تھیں۔ دوسری جنگِ عظیم کے بعد برطانیہ کے لیے ہندوستان کا انتظام چلانا اب مشکل نظر آتا تھا۔ بہر حال ہندوستان کی آزادی کا یقین ہو چلا تھا۔ عین ممکن ہے کہ آزادی پانے کی یہ مسرت ان نظموں کے بدلتے آہنگ کے پیچھے کارفرما ہو۔ فروری ۴۸ء کی نظم 'ساقی نامہ' کا مطالعہ کیا جائے تو یہ نکتہ مزید واضح ہو جاتا ہے۔ اس نظم میں شاعر نے پہلے ماضی کی صورتِ حال کا مختصراً تذکرہ کیا ہے:

زمانے نے لی ایک کروٹ نئی
زمیں، دیکھتے دیکھتے بٹ گئی
جہاں اک طرف آسماں اک طرف
قفس اک طرف آشیاں اک طرف
ہوئے ایسے شیخ و برہمن الگ

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

رہے جیسے سرسوں سے ساون الگ
نئے سے نئے ظلم ڈھائے گئے
قیامت کے جادو جگائے گئے
مٹے تھے نہ صدیوں سے جو مٹ گئے
قلندر، تونگر سبھی پِٹ گئے
لٹی جتنی ممکن تھی دولت لٹی
اگر رہ گئی تھی تو عزت لٹی(۲۱)

اس کے بعد شاعر ماضی کی یادوں کو بھلا کے مستقبل کی طرف دیکھتا ہے:

نہیں کیف زا تیری پارینہ مَے
پلا ساقیا اب کوئی اور شے
عراق و عجم کی حدوں سے نکل
نکل ان تہی خم کدوں سے نکل
بدل تو بھی اب اپنے اطوار کو
رہ و رسمِ اقرار و انکار کو
بہ اندازِ لو سے اب دل ملے
جہاں کو جکڑ دیں ترے سلسلے(۲۲)

یوں یہ پورا 'ساقی نامہ' اپنی مخصوص لَے میں امید اور خوشی کے ساتھ آنے والے وقت کا استقبال کر رہا ہے۔ ویسے بھی کلاسیکی سرمایہ شعر میں ساقی نامہ بطور صنف، رجائیت اور خوش امیدی جیسے موضوعات کے لیے وقف رہا ہے۔ قیوم نظر کا اس مقصد کے لیے اس صنف کا انتخاب بھی معنی خیز بن جاتا ہے۔ یوں بھی اس نظم میں ہیئت، موضوع اور فکر سب مل کر ایک ہی ہو گئے ہیں۔ 'ساقی نامہ' کی صنف کے تقاضے کے مطابق اس میں دو غزلیات بھی شامل ہیں، جو ساقی نامے کا عمومی رنگ لیے ہوئے ہیں۔

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

قیوم نظر کی شاعری کے اس مرحلے پر یوں محسوس ہوتا ہے کہ شاعر دروں بینی، باطنی کیفیات کے اظہار، داخلی کشمکش کے بھنور سے باہر آ رہا ہے اور خارج کی دنیا کے مسائل بھی اس کی توجہ اپنی طرف کھینچ رہے ہیں۔ داخلی و انفرادی زندگی کی تاریکی اور جبر سے نکل کر اب شاعر روشن اور آزاد دنیا کی طرف رخ کر رہا ہے۔ شاید اسی باعث اس کے اسلوب میں ایک خاص قسم کا اعتماد نظر آتا ہے۔

شعری رویے میں اسی تبدیلی کے سبب ایسی نظمیں بھی نظر سے گزرتی ہیں جن میں اپنے ملک کے اور عالمی سیاسی مسائل پہ اظہارِ خیال کیا گیا ہے۔ نظم 'جوانی' اس ضمن میں قابلِ ذکر ہے۔ اس نظم میں ہندوستان کے ایک عام سپاہی کے پیاروں کی کیفیات بیان کی گئی ہیں جو کسی اور کی جنگ لڑنے بدیس بھیجا گیا ہے۔ نظم 'اپنی کہانی' میں پنجرے میں بند شیر کی علامت کے ذریعے غلام ہندوستان کی بے بسی کو بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح 'شب خون' میں جنگ کی تباہ کاریوں کا تذکرہ ہے۔

نظم 'یہ جنگ' میں قیامِ امن کے لیے قائم کردہ ادارے یو۔ این۔ او کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ لیگ آف نیشنز کے قیام کو یاد کرتے ہوئے اس ادارے کے قیام کو بھی کارِ عبث قرار دیا گیا ہے۔ نظم کا پہلا مصرع "اس سے پہلے بھی یونہی ختم ہوئی تھی یہ جنگ" پہلی جنگِ عظیم کی یاد دلاتا ہے۔ آخر میں شاعر کہتا ہے:

اس سے پہلے بھی یونہی نظمِ زماں بدلا گیا
برق و آہن کے ہیولوں کی نمائش کرتے
ابنِ آدم کے لیے ایسا جہاں بدلا گیا
عرصۂ زیست ہوا اس کے لیے اور بھی تنگ
اس سے پہلے بھی یونہی ختم ہوئی تھی یہ جنگ(۲۳)

قیامِ پاکستان کے بعد کی نظموں میں قیوم نظر کے ہاں دو قسم کے رجحانات پائے جاتے ہیں۔ ایک تو وہ مناظرِ فطرت کے ذریعے قدرت کی خوب صورتی کو بیان کرتے ہیں۔ وہ کشمیر کا رخ کریں یا یورپ کے دورے پر جائیں، ان کو قدرتی مناظر بہت کشش کرتے ہیں۔ 'یہ راتیں یہ دن'، 'برائی ٹن پہ'، 'ساگر اشنان'، 'برف باری'، 'زہر خند'، 'اندلس میں'، 'سرزمینِ اندلس'، 'قرطبہ کا پل' وغیرہ وہ نظمیں ہیں جو اُن کے قیامِ یورپ کی یادگار ہیں۔ ان نظموں میں بیشتر جگہوں پہ فطرت کے مناظر کی خوب عکاسی کی گئی ہے۔ برف باری کے مناظر، کھیتوں میں دہقانوں کے قہقہے، ساحلِ

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

سمندر پہ ہنستے کھیلتے لوگوں کا ہجوم، جیسے مناظر انھیں بہت بھائے ہیں۔

دوسرا رجحان حب الوطنی کے موضوعات پہ نظمیں لکھنا ہے۔ '۲۵/ دسمبر' کے عنوان سے قائد اعظم کی سالگرہ پہ ایک نظم لکھی ہے۔ اس نوعیت کی نظموں میں ان کے اصل جوہر ۶۵ء اور ۷۱ء کی جنگوں اور پاکستان کے دولخت ہونے پر کھلے ہیں۔ ان دو جنگوں کے زمانے کی تقریباً ۲۸ نظمیں کلیات کا حصہ ہیں۔ مثلاً 'ہم باطل سے ٹکراتے ہیں'، 'لاہور ہے پاکستان کا دل'، 'سری نگر کی بیٹیاں'، 'واہگہ کی سرحد پر'، 'وطن پہ قرباں جاں ہماری'، 'حسینی والا'، 'کمال پور میں جو لڑے'، 'اسیرانِ جنگ کی واپسی'، ایسی نظمیں ہیں جو اس دور کی یادگار ہیں۔

حب الوطنی کے اسی رجحان کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ بعد کی کچھ نظموں میں پاکستان کے حالات سے مایوسی کا رویہ بھی ظاہر ہوا ہے۔ قیوم نظر کا طبعی مزاج گیت اور ترانے کی طرف زیادہ ہے لہٰذا ان نظموں میں بھی ترانوں اور گیتوں کے آہنگ سے کام لیا گیا ہے۔ ۱۹۶۷ء میں لکھا گیا 'شہر آشوب' اس کی عمدہ مثال ہے۔ اس نظم کے چار حصے ہیں، جن میں پاکستان کے مختلف سیاسی، سماجی اور معاشی مسائل کو بیان کیا گیا ہے۔ اس نظم کے کچھ بند ملاحظہ ہوں:

گندم امریکی مَے ہوائی کی
صورتیں سو ہیں آشنائی کی
وسعتیں کاسۂ گدائی کی
سن ہی کے خود کفیل ہیں دہقاں

ادب، اخلاق، احترام، یقیں
کھا گیا سب کو فکرِ نانِ جویں
کہاں رکھتے ہیں آج دولتِ دیں
ہُبل برستا ہے ملحدوں کے یہاں

بخششِ بے حساب نے توڑا
گر طلسم اقربا نوازی کا
صَدَفِ احتیاج تک نہ گیا

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

کسی عنواں بھی قطرۂ نیساں[۲۴]

’تعمیرِ پا‘ پاکستان کے دولخت ہونے کے بعد کے مایوسی بھرے حالات میں امید اور اچھے مستقبل کی نوید سنائی گئی ہے۔ ’حبِ وطن‘ اور ’خاکِ وطن‘ بھی ایسی ہی نظمیں ہیں۔ ۷۲ء کے بعد کی نظمیں خاصی کم ہیں۔ کلیات میں شامل نظموں کی تاریخ تصنیف سے اندازہ ہوتا ہے کہ ۷۲ء سے ۸۴ء کے درمیان ۲۱ نظمیں ہی کہی ہیں۔

مضمون کے اختتام پر قیوم نظر کی نظموں کی ہیئت کے حوالے سے چند ایک نکات کی جانب اشارہ کرنا ضروری قیوم نظر ہیئت کے نئے تجربات کے لیے معروف ہیں۔ ان کا اصل میدان پابند نظم ہے۔ یہ بات بھی درست ہے کہ انھوں نے تقریباً ہر نظم کے لیے ایک نئی اور خودساختہ ہیئت اختیار کی ہے۔ یہ موضوع کا تقاضا تھا یا پھر روایت شکنی کا رجحان۔ یہ رویہ حلقہ اربابِ ذوق کے دوسرے شاعروں کے ہاں بھی پایا جاتا ہے۔ یٰسین آفاقی قیوم نظر کی شاعری میں ہیئت کے تجربات کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> قیوم نظر نے نظم کے لیے نظمِ معریٰ اور آزاد نظم کی ہیئت بہت کم استعمال کی ہے۔ ان کی نظمیں عام طور پر قافیہ وردیف کی پابندی کرتی ہیں... اس کے باوجود قیوم نظر کی شاعری میں جدّت وندرت اور پرانی ہیئت سے بغاوت کا احساس ہوتا ہے۔[۲۵]

قیوم نظر معروف پابند ہیئتوں میں نظمیں کہتے رہے ہیں۔ آزاد نظم کی طرف ان کا رجحان بہت کم ہے۔ کلیات کے حصہ نظم میں دس آزاد نظمیں بھی نہیں قیوم نظر کے ہاں ہیئت کے نئے تجربات کے ہوتے ہوئے بھی کلاسیکی اصنافِ سخن کی جانب رجحان موجود ہے۔ ویسے بھی وہ تاجور نجیب آبادی اور سید عابد علی عابد کی شاگردی میں شعر کہتے رہے تھے۔ ان اساتذہ کا رجحان بھی کلاسیکی اصنافِ سخن کی طرف زیادہ تھا۔ اس عنصر کا اثر قیوم نظر پر بھی مرتب ہوا ہو گا۔ قیوم نظر کی چند ابتدائی اور چند آخری نظمیں غزل کی ہیئت میں لکھی گئی ہیں۔ ابتدائے شاعری میں ایسی نظموں میں ’کل رات‘، ’ساون‘، ’نوازشِ ناز‘، ’چلی گئیں‘، اور اواخرِ عمر کی نظموں میں ’لہو لاہور کا‘، ’شانزے لیزے‘، ’پیگال میں‘ اور ’سیاہ حاشیہ‘ شامل ہیں۔

قیوم نظر کی نظموں میں غنائیت بھی ایک قابلِ غور عنصر ہے۔ چوں کہ اُن کی طبیعت گیت نگاری کے لیے بھی موزوں تھی لہٰذا اس عنصر کا اثر ان کی نظموں پر بھی پڑا ہے۔ علی جواد زیدی لکھتے ہیں:

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

Of the other poets of Halqah … Qayyum Nazar (b.1914) has occasionally experimented with the technique of bringing poems closer to song. His lyricism often haunts and lingers on.(26)

انور سدید، قیوم نظر کی نظموں کے ہیئتی تجربات کے حوالے سے لکھتے ہیں:

قیوم نظر اردو کی مقبول ہیئتوں سے انحراف کرنے والے شاعر تھے۔ ان کی نظم کی ہیئت اس کے داخل سے پیدا ہوتی ہے۔ انھوں نے لفظوں کی ترتیب، بندوں کی جدید ترکیب سے بھی فائدہ اٹھایا اور نظم کے بطون سے ایک سرور آگیں داخلی نغمگی کو بیدار ہونے کا موقع دیا۔(۲۷)

''تاریخ ادبیاتِ مسلمانانِ پاکستان وہند'' میں قیوم نظر کی نظموں پر مجموعی رائے یوں دی گئی ہے:

حلقۂ اربابِ ذوق کے دوسرے معروف شعرا کی طرح قیوم نظر بھی اپنی شاعری میں موضوعات اور اسالیب کے تنوع کی جانب زیادہ میلان رکھتے ہیں۔ سماجی مسائل کی طرف ان کا رجحان کم ہے مگر انسانوں کی فطری محرومیاں، وسیع کائنات میں لوگوں کے مستقل دکھ درد اور میکانکی انداز میں گزرتا وقت، ان کے خصوصی موضوع ہیں، جنھیں وہ مختلف انداز میں پیش کرتے ہیں۔(۲۸)

قیوم نظر اردو نظم کے بالعموم اور حلقۂ اربابِ ذوق کی شعری روایت کے بالخصوص، اہم شاعر ہیں۔ جن کو نظر انداز کر کے ان روایتوں کا مکمل مطالعہ نہیں کیا جاسکتا۔

حواشی

۱۔ ڈاکٹر انوار احمد، ''اردو افسانہ، ایک صدی کا قصہ''، (ملتان: کتاب نگر، ۲۰۱۷ء)، ص ۴۳۸

۲۔ سعادت سعید، نسرین انجم بھٹی، ''راشد بقلم خود''، (لاہور: شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی، ۲۰۱۰ء)، ص ۱۲

۳۔ خواجہ محمد زکریا (مدیرِ عمومی)، ''مختصر تاریخ ادبیاتِ مسلمانانِ ہند، اردو ادب''، (لاہور: پنجاب یونی ورسٹی، ۲۰۱۶ء)، ص ۸۴۷

۴۔ جگدیش چندر ودھاون، ''کرشن چندر، شخصیت اور فن''، (لاہور: نگارشات، ۱۹۹۳ء)، ص ۵۴

۵۔ قیوم نظر، ''قندیل''، (لاہور: کتاب خانہ پنجاب، ۱۹۴۵ء)، ص ۸

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

۶۔ ڈاکٹر طارق ہاشمی، ''اردو نظم۔۔۔ مفہوم، مدارج اور میلانات'' مشمولہ ''بازیافت'' لاہور، شمارہ ۳۰(جنوری تا جون ۲۰۱۷ء)، ص ۲۲
۷۔ قیوم نظر، ''قلب و نظر کے سلسلے''، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۷ء)، ص ۵۳۵
۸۔ ایضاً، ص ۵۳۵
۹۔ ڈاکٹر وزیر آغا، ''نظمِ جدید کی کروٹیں''، (لاہور: سنگت پبلشرز، ۲۰۱۳ء)، ص ۱۳۳
۱۰۔ قیوم نظر، ''قلب و نظر کے سلسلے''، ص ۵۲۷
۱۱۔ ایضاً، ص ۵۶۴
۱۲۔ ایضاً، ص ۵۷۸
۱۳۔ ریاض احمد، ''قیوم نظر ایک تنقیدی مطالعہ''، (لاہور: اردو بک سٹال، س ن)، ص ۱۹
۱۴۔ قیوم نظر، ''قلب و نظر کے سلسلے''، ص ۶۲۹
۱۵۔ ایضاً، ص ۶۳۴
۱۶۔ صابر لودھی، ''بھلایا نہ جائے گا''، (لاہور: مکتبہ روشن خیال، ۲۰۱۰ء)، ص ۳۹
۱۷۔ ڈاکٹر وزیر آغا، ''نظمِ جدید کی کروٹیں''، ص ۱۳۲
۱۸۔ قیوم نظر، ''قلب و نظر کے سلسلے''، ص ۶۴۴
۱۹۔ ایضاً، ص ۶۶۵
۲۰۔ ایضاً، ص ۷۷۔۶۷۵
۲۱۔ ایضاً، ص ۶۹۹
۲۲۔ ایضاً، ص ۷۰۰۔۷۰۱
۲۳۔ ایضاً، ص ۶۶۴
۲۴۔ ایضاً، ص ۹۱۔۸۸۸
۲۵۔ محمد یٰسین آفاقی، ''جدید اردو نظم میں ہیئت کے تجربے''، (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۱۹ء)، ص ۲۹۴
۲۶۔ علی جواد زیدی، *A History of Urdu Literature*، (نئی دہلی: ساہتیہ اکادمی، ۱۹۹۳ء)، ص ۳۸۱
۲۷۔ ڈاکٹر انور سدید، ''اردو ادب کی مختصر تاریخ''، (دہلی: عالمی میڈیا پرائیویٹ لمیٹڈ، ۲۰۱۴ء)، ص ۴۵۲
۲۸۔ خواجہ محمد زکریا (مدیرِ عمومی)، ''تاریخِ ادبیاتِ مسلمانانِ پاکستان و ہند''، (اردو ادب، جلد پنجم)، (لاہور: پنجاب یونی ورسٹی، ۲۰۱۲ء)، ص ۲۲۲

مآخذ

۱۔ آغا، وزیر، ڈاکٹر، ''نظمِ جدید کی کروٹیں''، لاہور: سنگت پبلشرز، ۲۰۱۳ء
۲۔ آفاقی، محمد یٰسین، ''جدید اردو نظم میں ہیئت کے تجربے''، لاہور: مجلس ترقیِ ادب، ۲۰۱۹ء
۳۔ احمد، انوار، ڈاکٹر، ''اردو افسانہ، ایک صدی کا قصہ''، ملتان: کتاب نگر، ۲۰۱۷ء
۴۔ احمد، ریاض، ''قیوم نظر ایک تنقیدی مطالعہ''، لاہور: اردو بک سٹال، س ن

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

۵۔ زکریا، خواجہ محمد (مدیر عمومی)، ''مختصر تاریخ ادبیاتِ مسلمانانِ ہند، اردو ادب''، لاہور: پنجاب یونی ورسٹی، ۲۰۱۶ء
۶۔ _____، ''تاریخ ادبیاتِ مسلمانانِ پاکستان و ہند''، (اردو ادب، جلد پنجم)، لاہور: پنجاب یونی ورسٹی، ۲۰۱۲ء
۷۔ زیدی، علی جواد، A History of Urdu Literature، نئی دہلی: ساہتیہ اکادمی، ۱۹۹۳ء
۸۔ سدید، انور، ڈاکٹر، ''اردو ادب کی مختصر تاریخ''، دہلی: عالمی میڈیا پرائیویٹ لمیٹڈ، ۲۰۱۴ء
۹۔ سعید، سعادت اور بھٹی، نسرین انجم، ''راشد بقلم خود''، لاہور: شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی، ۲۰۱۰ء
۱۰۔ لودھی، صابر، ''بھلایا نہ جائے گا''، لاہور: مکتبہ روشن خیال، ۲۰۱۰ء
۱۱۔ نظر، قیوم، ''قندیل''، لاہور: کتاب خانہ پنجاب، ۱۹۴۵ء
۱۲۔ _____، ''قلب و نظر کے سلسلے''، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۷ء
۱۳۔ ودھاون، جگدیش چندر، ''کرشن چندر: شخصیت اور فن''، لاہور: نگار شات، ۱۹۹۳ء

رسائل و جرائد

۱۔ ''بازیافت'' لاہور، شمارہ ۳۰، (جنوری تا جون ۲۰۱۷ء)